47

مشاورت کے فوائد و آداب

(فرمودہ ۲۱ اپریل ۱۹۲۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

اس ہفتہ کے دوران میں ہماری جماعت کی مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوا تھا۔ شوریٰ تو ہمیشہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ جس قدر کام ہوتے ہیں ان میں ایسے لوگوں کو جو مشورہ دینے کے اہل ہوتے ہیں۔ بلوا کر ان سے مشورہ لیا ہی جاتا ہے مگر موجودہ زمانہ کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا کر اور آمدورفت کے ذرائع میں جو ترقی ہوئی ہے اس سے کام لیتے ہوئے میں نے اپنی جماعت کے ان لوگوں کے قائم مقام بھی بلوائے۔ جو قادیان سے باہر رہتے ہیں۔

درحقیقت انسانی ترقی کے لئے آپس میں ملنا جلنا اور آپس کے مشورے سے فیصلہ کرنا ایسی لازمی اور ضروری بات ہے کہ اس کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی۔ یہ تمام دنیا جو بنی ہے۔ مختلف افراد کی محنتوں کے نتیجہ میں بنی ہے۔ مگر ہم کبھی غور نہیں کرتے کہ ہر ایک بات میں دوسروں کے کام کا کہاں تک دخل ہے اگر ہم غور کریں تو سہولت کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ درحقیقت تمام دنیا کا کاروبار مختلف افراد کے کام کرنے کا نتیجہ ہے ایک بزرگ کا مقولہ مشہور ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں جو دہلی کے رہنے والے تھے۔ ان کے خلیفہ جو ان کے بعد ہوئے ایک دن ان کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ کوئی شخص لڈو لایا انہوں نے ان لڈوؤں سے دو اٹھا کر اپنے اس شاگرد کو جو انہیں بہت محبوب اور پیارا تھا دئے۔ کچھ دیر کے بعد دریافت کیا میاں غلام علی میں نے تمہیں دو لڈو دئے تھے کہاں ہیں اس نے کہا حضور کھا لئے۔ انہوں نے کہا۔ ہیں دونوں کھا لئے اس نے کہا حضور وہ چیز ہی کیا تھے۔ چھوٹے چھوٹے تو تھے کہنے لگے کیا سچ مچ تم نے دونوں کھا لئے اس نے کہا ہاں دونوں کھا لئے۔ اس پر انہوں نے تعجب کیا۔ ادھر تو وہ اس کے کھانے پر تعجب کریں اور ادھر مرید کو تعجب ہو رہا کہ پیر صاحب کہتے کیا ہیں۔ ایسے لڈو تو انسان کئی کھا جاتا ہے۔ غرضیکہ دونوں حیرت میں تھے۔ آخر مرید کو خیال گزرا دریافت تو کروں۔ کس طرح لڈو کھائے جاتے ہیں۔ اس نے

پوچھا آپ فرمائیے کس طرح کھانے چاہئیے تھے۔ انہوں نے کہا۔ پھر جب کبھی آئیں۔ اس وقت یاد دلانا۔ کچھ دنوں کے بعد کوئی شخص پھر لڈو لایا۔ شاگرد نے عرض کی آپ نے فرمایا تھا جب لڈو آئیں یاد دلانا کھانے کا طریق بتایا جائے گا اس پر انہوں نے اپنا رومال بچھایا۔ اور اس پر ایک لڈو رکھ کے مرید سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ دیکھو یہ لڈو کن کن چیزوں سے بنا ہے۔ اس میں میٹھا ہے۔ گھی ہے۔ میدہ ہے۔ اس کے لئے آگ جلائی گئی۔ اور اس سے پکایا گیا۔ اس آگ کے جلانے میں کئی چیزیں استعمال ہوئیں۔ چولھا ہے۔ لکڑیاں ہیں۔ آگ جلانے والے آدمی ہیں۔ برتن' برتن مانجنے والے آدمی ہیں۔ تب یہ بنا۔ یہ کہہ کر لڈو سے ذرا سا ٹکڑا جو چند رتی کا ہو گا۔ توڑا اور کہا کجا مرزا مظہر جان جاناں اور کہاں یہ کام جو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کرا رہا ہے۔ کجا میں اور کجا خدا کی یہ رحمت کہ اتنے لوگوں کو اس نے میری خدمت میں لگا دیا۔ یہ کہا اور پھر سبحان اللہ سبحان اللہ کرنا شروع کر دیا۔ پھر کہا دیکھو کھانڈ جو اس میں استعمال کی گئی کس طرح مہیا ہوئی اس کے بازار میں لانے میں کتنے لوگ لگے۔ کتنوں نے خریدا۔ اور کتنوں نے بیچا۔ پھر اس کی تیاری کے لئے کیا کیا محنتیں کی گئیں۔ کتنے لوگ راتوں کو جاگے۔ اور جاگ کر تیاری کی۔ کہاں سے لکڑیاں لائے اور آگ جلائی' اور کڑاہوں میں پکایا۔ میل صاف کی پھر جن گنوں سے بنی ان کی تیاری میں کتنے لوگ لگے۔ کھیتوں میں بونے اور گھاس جدا کرنے میں کتنے مصروف رہے۔ اس طرح کھانڈ بنی اور اتنے آدمی خدا نے اس لئے لگائے کہ مرزا مظہر جان جاناں لڈو کھائے یہ کہہ کر اس بات کا لطف اٹھانے لگے۔ اور سبحان اللہ سبحان اللہ پھر کہنے لگ گئے۔ پھر کہا اسی پر بس نہیں۔ دیکھو وہ لوہا جس سے ہل بنایا گیا کہاں سے لایا گیا اور کس طرح صاف کیا گیا۔ اسی طرح ایک ایک بات کو بیان کر کے خدا کی تعریف کرنے لگے اور سب کام کرنے والوں کا ذکر کرنے لگے۔ اور اگر دیکھا جائے تو کوئی پیشہ ایسا نہیں رہ جاتا۔ جس کا دوسروں کے ساتھ تعلق اور رابطہ نہ ہو۔ جو لوگ کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ بیمار بھی ہوتے ہیں۔ اور ڈاکٹر طبیب ان کی خدمت کرتے ہیں اسی طرح بیان کر رہے تھے کہ اتنے میں اذان ہو گئی۔ اور لڈو وہیں رکھ کر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کچھ کھاتے ہی نہیں تھے۔ اگر وہ اسی طرح کھانا کھاتے تھے تو جیتے کس طرح تھے۔ دراصل یہ سبق جو انہوں نے اپنے شاگرد کو دیا کہ ہر چیز کھاتے وقت دل میں اس طرح کرنا چاہیئے گویا ایک مومن کے دل میں یہ باتیں ہونی چاہئیں جو وہ منہ سے کہہ رہے تھے اور چونکہ وہ زبان سے شاگرد کو سبق دیتے رہے اس لئے کھا نہ سکے۔ ورنہ اگر وہ زبان سے نہ بولتے تو ان خیالات کو بھی دل میں دہرا لیتے۔ اور لڈو بھی کھا لیتے۔

اس طرح انہوں نے بتایا کہ چھوٹے سے چھوٹے کام پر ہزاروں لاکھوں انسان لگے ہوئے ہیں

اور اتنے مختلف مذاق کے لوگ ملکر لگتے ہیں۔ اس لئے کام ہوتے ہیں۔ جس طرح یہ کام اگر لوگ نہ کریں تو نہیں ہوتے۔ اسی طرح صحیح رائے بھی اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک مختلف مذاق کے لوگ مشورہ نہ دیں۔ کیونکہ ایک بات ایسی ہوتی ہے جو ظاہر میں بری نہیں ہوتی لیکن اندر سے بری ہوتی ہے۔ اور اس کا پتہ طبائع کے اختلاف سے لگ سکتا ہے بعض کو وہ بری لگے گی اور بعض کو بری نہیں لگے گی۔ مثلاً قتل' ڈاکہ' چوری' زنا تو تمام طبائع برائیاں سمجھتی ہیں مگر کئی ایسی بدیاں ہیں کہ بعض ان کو بدی نہیں سمجھتے اور بعض سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بعض نیکیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جو بعض کو معلوم ہوتی ہیں اور بعض کو نہیں معلوم۔ لیکن جب مختلف طبائع ملکر غور کرتی ہیں۔ تو پھر ایک درمیانی رستہ نکالنے کے لئے آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پتہ لگ جاتا ہے کہ اس پر چلایا جائے تو قریباً قریباً سب چل سکتے ہیں۔ تو مشورہ کا فائدہ ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی جو آتے ہیں وہ مشورہ لیتے رہے۔ لیکن تعجب آتا ہے۔ کہ جتنا انسان عقل میں کمزور ہوتا ہے اتنا ہی اپنے آپ کو مشورہ سے آزاد سمجھتا ہے۔ گویا اس بارے میں لوگوں کا الٹ رویہ ہے۔ دنیا میں قاعدہ ہے کہ جتنا کوئی زیادہ بیمار ہو اتنا ہی ڈاکٹر کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے۔ اور جتنا اچھا ہوتا جاتا ہے اتنا ہی ڈاکٹر سے آزاد ہوتا جاتا ہے۔ لیکن مشورہ کے متعلق یہ ہے کہ جتنے عقل میں کامل ہوتے ہیں۔ مشورہ پر زور دیتے ہیں۔ اور جتنے عقل میں کمزور ہوتے ہیں مشورہ میں آزاد ہوتے ہیں۔ حتیٰ کی طبائع بڑھتی یہاں تک ترقی کر جاتی ہیں۔ جیسا کہ پچھلے خطبہ میں میں نے بتایا تھا۔ خدا تعالیٰ سے بھی اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے متعلق مشورہ کا لفظ تو نہیں بولا جا سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آتی ہے۔ مگر یہ بھی مشورہ ہی دیتی ہے کیونکہ راہ نمائی کرتی ہے۔ تو یہاں تک لوگ کوتاہ عقلی میں ترقی کر جاتے ہیں اور کہدیتے ہیں کہ ہمیں خدا کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ مگر یہ انکی نادانی ہوتی ہے۔ مومن کا کام یہ ہے کہ مشورہ لے اور دوسروں کی رائے کا احترام کرے۔ دنیا میں جس قدر جھگڑے اور لڑائیاں ہوتی ہیں اسی لئے ہوتی ہیں کہ لوگ اپنی اپنی رائے پر زور دیتے ہیں۔ اگر ان کی صحیح رائے ہو تو بھی وہ جہالت پر ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایسے رستہ پر چل رہے ہوتے ہیں کہ ایک دفعہ اگر ان کی رائے صحیح ہو تو دس دفعہ وہ ٹھوکر بھی کھائیں گے۔ کیونکہ انہیں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ انہیں کسی کے مشورہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن مومن کا یہ کام نہیں۔ جتنے فساد اور لڑائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ لوگ اپنے اوپر اتکال کر لیتے ہیں کہ ہماری رائے صحیح ہے۔ اور جب ان کی رائے اور ارادہ کے خلاف کوئی بات کی جائے۔ تو اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس طرح ان کی خودسری ظاہر ہوتی ہے۔ مشورہ کے اور فوائد کے علاوہ ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ یہ اطاعت کی عادت ڈالتا ہے کیونکہ اگر ایک شخص مشورہ کر کے اپنے ماتحتوں کی

رائے قبول کرتا ہے تو وہ اپنے افسروں کی بات بھی ضرور قبول کرتا ہے۔ اس سے اطاعت کی عادت پڑتی ہے اور خوشی سے انسان بڑوں کی بات مان سکتا ہے کیونکہ وہ عادی ہو جاتا ہے۔ لیکن جو مشورہ نہیں کرتا اس کے اندر اطاعت کا مادہ نہیں پیدا ہوتا۔ ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کے مقابلہ میں جن کے وہ ماتحت ہوں خود سری سے کام لیتے ہیں۔ اور کام اچھی طرح نہیں کرتے مگر یورپ کے لوگ جو مشورہ کرتے ہیں دیکھا گیا ہے کہ اطاعت اور فرمانبرداری کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ ایک جرنیل کو حکم ملتا ہے کہ فلاں جگہ حملہ کرنا ہے۔ اگر اس کی رائے اس کے خلاف ہو تو وہ کہتا ہے۔ حملہ نہیں کرنا چاہیئے اس میں یہ نقصان ہو گا۔ لیکن اگر اعلیٰ افسر کہتے ہیں۔ نہیں ضرور کرنا ہے تو پھر وہ حملہ کرتا ہے۔ اور اپنی طرف سے ذرا کوتاہی نہیں کرتا جتنے ذرائع وہ استعمال کر سکتا ہے کرتا ہے تاکہ حملہ کامیاب ہو۔ اس کی ہمیشہ مثالیں ملتی رہتی ہیں۔ کہ گورنمنٹ مشورہ لیتی ہے۔ فلاں کام کس طرح کرنا چاہیئے۔ بعض لوگ مصر ہوتے ہیں کہ اس طرح کیا جائے۔ لیکن گورنمنٹ جو فیصلہ کرتی ہے وہ بعض کی رائے کے خلاف ہوتا ہے۔ اس پر یہ نہیں ہوتا کہ جن کی رائے کے خلاف ہو وہ اس فیصلہ کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالیں۔ بلکہ وہ بھی ایسی ہی تن دہی سے اس پر عمل کرتے ہیں۔ کہ گویا ان کی اپنی تجویز ہے۔ اور چاہے اس میں کامیابی نہ ہو مگر وہ اپنی طرف سے پورا زور لگا دیتے ہیں۔

لیکن میں دیکھتا ہوں ہمارے لوگوں میں یہ بدعادت ہے کہ بعض لوگ جب اپنی رائے کے خلاف فیصلہ سنتے ہیں تو پھر یہی نہیں کہ اصل فیصلہ کے مطابق کام نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں ہم نے جو کہا تھا کہ اس طرح کرنے میں خرابی ہوگی اور یہ کہہ کر وہ پورا زور لگاتے ہیں کہ خرابی ہو۔ گویا کام کرنا ان کے مدنظر نہیں ہوتا بلکہ اپنے رائے کو سچا ثابت کرنا مدنظر ہوتا ہے اور یہ اتنا بڑا نقص ہے کہ جس کے نہایت خطرناک نتائج نکلتے ہیں۔ بیسیوں سلطنتیں اسی لئے تباہ ہو گئیں کہ کسی مشورہ میں جن لوگوں کی رائے خلاف تھی انہوں نے خلاف کوشش کی۔ اور میں افسوس کرتا ہوں کہ ہماری جماعت میں بھی ایک حد تک یہ بات پائی جاتی ہے۔ جب مشورہ کیا جاتا ہے اور کسی کی ۹۹ باتیں مانی جاتی ہیں۔ مگر ایک نہیں مانی جاتی۔ تو وہ اس کو یاد رکھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ افسروں کو زک دیکر بتاؤں کہ جو میں کہتا تھا وہی درست تھا۔ اس قسم کی مثالیں میرے سامنے لائی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کارکن اپنی رائے کو دین پر مقدم سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ منشاء نہیں ہوتا کہ خدا کا کام عمدگی سے ہو۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری عزت اور آبرو ہو۔ اور جو ہم کہتے تھے وہ صحیح ثابت ہو۔ جب تک اس عادت کو بیخ و بن سے نہ اکھاڑ دیا جائے حقیقی ترقی محال ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں جو اپنے رائے سے سب کام کر سکے۔ دیکھو انبیاء کی یہ شان ہوتی ہے کہ بعض باتوں میں ان کی رائے نہ

ماننے سے انسان خدا کو ناراض کرلیتا ہے۔ لیکن بعض باتیں انہیں بھی دوسروں کی ماننی پڑتی ہیں۔ مثلاً جب وہ بیمار ہوتے ہیں تو حکیم یا ڈاکٹر جس طرح کہتا ہے اس طرح کرتے ہیں۔ اگر اس کے خلاف کریں تو تکلیف اٹھائیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حدیثوں میں ذکر آتا ہے کہ آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ زمیندارہ کام ہوتا دیکھ کر فرمایا اس طرح کرو۔ اسی طرح کردیا گیا لیکن پھل نہ لگا۔ جب یہ بات رسول کریمؐ کے حضور عرض کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں نے تو اپنا خیال بیان کیا تھا کہ شاید اس طرح اچھا ہو۔ا۔ مگر ان لوگوں نے سمجھا خدا کے رسول نے جس طرح کہا ہے اسی طرح کرنا چاہیئے مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگوں میں مشورہ لیتے۔ اور اسی طرح کرتے جس طرح فیصلہ ہوتا۔ پس جب اللہ کے نبی بھی محتاج ہیں۔ اس بات کے کہ وہ دوسروں سے مشورہ لیں۔ اور وہ بھی دوسروں کی رائے قبول کر لیتے ہیں۔ تو کسی اور کا کیا حق ہے کہ اپنی ہی رائے منوائے اور جب تک اس کی رائے کے مطابق فیصلہ نہ ہو اس وقت تک منظور نہ کرے۔ اپنی رائے پر اسی وقت تک زور دینا چاہیئے جب تک کہ کوئی صریح خطرہ اور نقصان نظر آتا ہو۔ لیکن اگر عام طور پر وہ رائے قبول نہ کی جائے تو یہی خیال کرلینا چاہیئے کہ میری رائے غلط ہے۔ جب تک لوگوں میں یہ بات پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک اس جگہ بنیاد نہیں رکھی جا سکتی جہاں عظیم الشان عمارت بن سکے۔ کیونکہ یہ ترقی کا پہلا قدم ہے۔ دوسروں سے اپنی رائے منوانا اتنی قابلیت کا کام نہیں ہے جتنی قابلیت کا اپنی رائے کو قربان کرنا ہے۔ اور جب تک یہ مادہ پیدا نہ ہو کہ جب کوئی ایسا مشورہ ہو جس پر جماعت کا اکثر حصہ متفق ہو۔ یا وہ لوگ جن کے سپرد فیصلہ کرنا ہو وہ متفق ہوں۔ اس کو کامیاب بنانے کے لئے وہ لوگ بھی جن کی رائے اس کے خلاف ہو اسی طرح کوشش کریں جس طرح دوسرے کریں۔ اس وقت تک ہم نہیں کہہ سکتے کہ جماعت خطرات سے محفوظ ہوگئی ہے اس لئے میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ اپنی رائے پر مصر نہ ہوں۔ میں نے خود بارہا تجربہ کیا ہے کہ سمجھا گیا ایک بات درست ہے لیکن اس کے متعلق مشورہ لیا تو معلوم ہوا یا تو وہ رائے غلط تھی اور اگر غلط نہیں تھی تو اس کے متعلق کئی نئی باتیں نکل آئیں۔ جنہیں میں نے ہمیشہ خوشی سے قبول کیا۔ اور ان کا قبول کرنا مفید ثابت ہوا۔ پھر ایسا بھی ہوا ہے کہ میں نے لوگوں کے اصرار کو دیکھ کر ایک بات کو قبول کرلیا جو غلط تھی۔ اور اس کا نتیجہ برا نکلا۔ مگر اس سے بھی نیک ہی اثر ہوا۔ کیونکہ جب لوگوں نے دیکھا کہ وہ جس کو خدا نے حق دیا ہے کہ دوسروں سے اپنی بات منوائے وہ دوسروں کی بات مانتا ہے تو ان کے لئے بہت زیادہ ضروری ہے کہ مانیں۔ غرض مشورہ لینے اور اس پر خوشی سے عمل کرنے میں برکت ہے۔ اور اس کے برعکس اپنی رائے پر اصرار کرنے اور جو فیصلہ ہو جائے اس کے خلاف کرنے اور

اس موقع کی تلاش میں رہنے میں کہ کب وقت آئے جب میری رائے درست ہو۔ تباہی ہے۔

ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیئے کہ مشورہ کے وقت صحیح رائے دیں۔ اور جب خلیفہ یا اس کے مقرر کردہ اشخاص فیصلہ کر دیں۔ جو خواہ ان کی رائے کے خلاف ہی ہو۔ تو ایسی سعی کریں۔ کہ ان کی طرف سے کام میں کوئی کسر نہ رہے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے۔ کہ چونکہ یہ فیصلہ ان کی رائے کے خلاف کیا گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے خراب کر دیا۔ اس وقت مجھے نام لینے کی ضرورت نہیں۔ مگر کئی ہیں جو یا تو کام کو خراب کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا اس تن دہی سے کام نہیں کرتے جس سے انہیں کرنا چاہیئے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد میں کارکنوں کو مشورہ دیتا ہوں۔ کہ مجلس کرکے قادیان کے لوگوں کی جو ذمہ واریاں مجلس شوریٰ نے قرار دی ہیں ان کو پورا کریں۔ مثلاً یہ کہ ہر جماعت نے جتنا چندہ سارے سال میں دیا تھا۔ اتنا اس دو ماہ کے عرصہ میں دیں۔ اس تجویز کے ماتحت ضلع گورداسپور کے ذمہ بارہ ہزار روپیہ آیا ہے۔ علاوہ ماہوار چندہ کے۔ اس کے لئے قادیان میں بھی جلسہ ہو۔ اس میں سے دسواں حصہ میں نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ اور ایک ہزار کا وعدہ ایک اور دوست نے کر لیا ہے۔ اب ۹۸۰۰ روپیہ باقی رہ گیا ہے۔ جو ضلع گورداسپور کے احمدیوں نے جمع کرنا ہے قادیان کے لوگوں کو نمونہ بننا چاہیئے۔ تاکہ بیرونی جماعتوں پر زور پڑے۔ اور اس بوجھ کو جو سلسلہ پر پڑا ہوا ہے دور کر سکیں۔ اس کا اثر یہاں تک پہنچا ہے کہ محکمہ ہائے نظارت اور انجمن تو الگ رہے۔ دوکانوں پر مال نہیں ملتا۔ پس قادیان والوں کو نمونہ بننا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ قادیان میں اکثر وہی لوگ ہیں۔ جو اس بوجھ کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور اب ان سے کچھ لینا ان پر اور بوجھ لادنا ہے۔ مگر یہی بوجھ ان کی آسانی کا باعث ہو گا جب یہ لوگ باوجود اس حالت کے اس بوجھ کو اٹھائیں گے تو اور جماعتیں بھی اٹھائیں گی۔ جس سے ان کا بوجھ دور ہو جائے گا۔ اس لئے قادیان والوں کو اور باہر والوں کو بھی چاہیئے کہ جو تجاویز دی گئی ہیں۔ انہیں قبول کریں۔ اسی طرح خطبہ کے ذریعہ (کیونکہ خطبہ چھپ جائے گا) بیرونی جماعتوں کے لئے اعلان کرتا ہوں۔ کہ مالی ضروریات کے متعلق مجلس شوریٰ میں جو فیصلہ ہوا ہے اسے پورا زور لگا کر پورا کریں۔ ہم نے یہ بوجھ اپنی خوشی سے آپ اٹھایا ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے بہت بڑے بڑے انعام دے گا لیکن ایک حد تک اسے اٹھا کر رکھ دینا دین و دنیا دونوں میں ذلت کا باعث ہے۔ اس لئے جماعتوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اب ان کا اس بوجھ کے نیچے سے گردن نکالنا ممکن نہیں۔ اس راستے میں مرنا ذلت نہیں۔ کیونکہ اصل انعام مرنے پر ہی ملے گا مگر بوجھ سے سر نکالنا ہلاکت ہے۔ جو شخص خدا کے دین میں داخل نہیں ہوتا وہ بھی سزا کا مستحق ہے۔ مگر مرتد کے لئے بہت زیادہ سزا کہی گئی ہے۔ ہم حضرت مسیح

موعودؑ کو مان کر اب پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے اور خواہ کتنی بڑی قربانی کرنی پڑے۔ بے شک یہ بہت بڑا بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب ہم اسے اٹھائیں گے۔ تو معلوم ہو گا کہ ہلکا ہی ہے۔ یونہی ڈرتے تھے۔

خدا تعالیٰ یہاں کی اور باہر کی جماعتوں کو توفیق دے ان ذمہ واریوں کو اٹھانے کی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد ہوتی ہیں۔ اور ہماری مدد کرے تاکہ ہم پورے طور پر ان کو ادا کر سکیں۔

(الفضل یکم مئی ۱۹۲۲ء)

❀ ❀ ❀

۱؎ مسلم کتاب الفضائل باب وجوب امتثال ما قالہٗ شرعًا دون ما ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم عن معایش الدنیا علی سبیل الرأی